بسم اللہ الرحمن الرحیم

شناسائی

TEHZEEB INTERNATIONAL PUBLICATIONS
تہذیب انٹرنیشنل پبلیکشنز
بہاولپور/ لاہور/ اسلام آباد/ کراچی
PAKISTAN

شناسائی

عرفان ہاشمی

ناشر: تہذیب انٹرنیشنل پبلیکیشنز
بہاول پور، لاہور، اسلام آباد، کراچی
Email: tehzeebinternational@gmail.com
+92 03334076188, 03008881856

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔شناسائی
شاعر۔۔۔۔۔۔۔۔عرفان ہاشمی
کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔ثاقب علی
سرورق۔۔۔۔۔۔۔حمدان خالد
تزئین۔۔۔۔۔۔۔۔سلیم بخاری
باراوّل۔۔۔۔۔۔۔جولائی 2020ء
زیراہتمام۔۔۔۔۔۔شریف اکیڈمی جرمنی
چیف ایگزیکٹو۔۔۔۔شفیق مراد
ڈائریکٹر پاکستان۔۔۔ولائت احمد فاروقی
تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔500
صفحات۔۔۔۔۔۔۔۔۔126
قیمت۔۔۔۔۔۔۔۔۔-/350
پیشکش۔۔۔۔۔۔۔۔فروغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان

HAJI SHARIF AHMAD EDUCATIONAL & LITERARY ACADEMY ★ GERMANY ★

انتساب

والد محترم مخدوم محمد رمضان ہاشمیؒ

کے نام

عرفان ہاشمی

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	پیش لفظ	11
2	کرب آشنائی سے درد آشنائی تک	15
3	عبقری کوئی ہے کوئی ہے امام المسلمین	21
4	رخ ہو جس کا سوئے طیبہ وہ سفینہ چاہیے	22
5	بارہ ربیع الاول ہے اور خوب سماں ہے جگمگ جگمگ	24
6	کلیر کے شہا!‘ کرو جام عطا	26
7	آئی ملتانی نگریا‘ ذرا دھیرے دھیرے چل	28
8	ہمارے دوستوں نے آج اک جلسہ کیا برپا	30
9	لوٹوں کی تکرار الیکشن جیتیں گے	32
10	ہائے اتنی جفا‘ چاہتا ہے تو کیا؟	34
11	کیوں دیکھتے ہو تم مجھے آنکھیں نکال کر	35
12	سمٹ آئی جس میں تری اک کرن	37
13	محبت میں دیکھے سماں کیسے کیسے	39
14	جو شامل طیور ہے طائرِ وہی تو ہے	41
15	کیونکر میں اپنی فردِ عمل کا حساب دوں	43
16	مقدر بھی کس طور پھرنے لگے ہیں؟	45

17	یہ موج وطلاطم تو دیکھے ہوئے ہیں	47
18	قاتل کے آستاں سے گزرنا پڑا مجھے	49
19	خوب پیمانہ زریں ساقی	51
20	یہ کیسے شہر میں بھولے سے آگئے ہم بھی	53
21	تیرے لب پر سجا ہے میخانہ	54
22	حسن پر جب شباب آتا ہے	56
23	برگ برگ ہو گیا گلاب دیکھئے	58
24	کی التجا میں نے اے ستمگر تمہاری دل کو بڑی طلب ہے	60
25	میری تجھ سے ہے یہ شناسائی	62
26	دور کتنا اشتعالی ہو گیا	64
27	ہوش والوں کا تماشہ نہ ہوا	66
28	سنورنے لگا ہے سنبھلنے لگا ہے	68
29	روباہ کے سینے میں سناں آر پار دو	70
30	ملی نغمہ	71
31	سربلند یہ جھنڈا‘ دیکھو کتنا پیارا ہے	73
32	کشمیری‘ کشمیری مجاہدو!	75
33	ترک قرآن	77
34	پیمبر	78
35	نصف صدی سے ڈھونڈنے نکلے کون ہے ڈاکو کون ہے چور	79

36	آنکھ اور دل	79
37	رقصِ پیہم	80
38	اسلوبِ گدائی	80
39	ہمارے شہر کے باسی کریں پرواز ہیں اکثر	81
40	ہم	81
41	مفلسی پلّے پڑی غربت کے سلطاں ہو گئے	82
42	غریب اپنی تمامی زندگی غربت سے لڑتا ہے	82
43	مقابلہ	83
44	گیت	84
45	جرمِ الفت کر لیا ہے بندگی کے روپ میں	86
46	میری شاعری کا ہے حرف حرف آئینہ	88
47	مرے کشکول میں انڈیل ساقی	90
48	گر تم سے محبت ہو جائے	92
49	جو بچھڑ جائے تو پھر ملتا نہیں	94
50	ہائے اتنی 'جفا' چاہتا ہے تو کیا؟	95
51	محشر کی دھوپ میں ہم کو راحت کا احساس دلانے	96
52	چھوڑیئے سرکار اپنا یار ہے	98
53	یونہی آباد رہے گی دنیا	100
54	اپنی اوقات ہی نہیں ساقی	101

55	تپتی ہوا جس دم چلی	103
56	مئے کدہ جھومنے لگا ساقی	105
57	پربتوں کا دیا ہے مئے خانہ	107
58	عالموں سے ایک پل کی گفتگو	109
59	رازِ دل کھولنے لگا ساقی	111
60	تیرا میخانہ آفریں ساقی	113
61	تری نظر کے سبب آشکار ہوتے ہیں	115
62	حسن کے تاجِ محل کی گفتگو	117
63	گنبدِ خضراء	119
64	الفتوں کے سماں کا ہمراہی	121
65	اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا	123
66	تم کو دیکھوں ذرا فاعل" فاعل"	125

پیش لفظ

محترم مخدوم عرفان ہاشمی وسعت نظر و بصیرت رکھنے والے ایک شاعر صحافی اور ادیب ہیں۔جن کا نسبی تعلق برصغیر پاک وہند کی مشہور و معروف بزرگ ہستی حضرت بہاوالدین زکریا ملتانیؒ سے ہے۔اس طرح محترم عرفان ہاشمی کی قلمی نگارشات سے بھی صوفیانہ رنگ کی جھلکیاں کہیں کہیں چھلک کر باہر آجاتی ہیں۔حضرت بہاوالدین زکریا ملتانیؒ کی وفات کے بارے میں یہ تاریخی واقعہ اولیاء کرام سے عقیدت رکھنے والوں میں زبان زد عام ہے کہ جب حضرت بہاوالدین زکریا ملتانیؒ بیمار تھے تو ایک شخص نے دروازے پر دستک دی آپ کے بڑے فرزند نے دروازہ کھولا تو اجنبی شخص تہہ کیا ہوا ایک خط دے گیا کہ جا کر اپنے والد گرامی کو دے دیں۔ جب آپ کے بڑے صاحبزادہ نے آپ کو خط دیا تو حضرت بہاوالدین زکریا ملتانیؒ نے فرمایا اس بندہ کو بتادو کے آدھے گھنٹہ بعد آجائے۔ چنانچہ آپ کے فرزند نے اجنبی کو کہہ دیا کہ والد گرامی نے آپ کو آدھے گھنٹہ بعد طلب فرمایا ہے۔وہ شخص چلا گیا اور آدھے گھنٹہ بعد حضرت بہاوالدین زکریہ ملتانیؒ کا انتقال ہو گیا۔کفن دفن کے بعد بڑے صاحبزادہ کو خیال آیا کہ ایک اجنبی شخص کو والد گرامی نے آدھے گھنٹہ بعد آنے کا کہا تھا وہ شخص کہیں نظر نہیں آیا۔چنانچہ انہوں نے والد گرامی کے بستر پر جا کر دیکھا تو اس اجنبی شخص کا دیا ہوا خط تکیہ کے نیچے سے مل گیا۔خط میں لکھا تھا۔

''اسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''

بڑی سرکار سے آپ کا بلاوا آیا ہے میں حاضر خدمت ہوا ہوں فرمایئے کیا حکم ہے؟

والسلام

عزرائیل''

یہ تھی حضرت بہاوالدین زکریاؒ ملتانی کی ذات گرامی بلاشبہ بے کراں عظمت والی ہستی سے نسبی تعلق ایک علیحدہ شرف ہے۔

محترم عرفان ہاشمی کے بزرگوں سے تو ہمارے بزرگوں کا تعلق تو انڈیا سے ہی تھا ہجرت کے بعد رابطے نہ رہے فقیر کی ان سے سال 1998ء سے آشنائی ہوئی اور پھر یہ آشنائی ایک گہرے تعلق اور دوستی میں بدل گئی۔موصوف صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ بلند ادبی ذوق کے بھی مالک ہیں۔موصوف کے زیر ادارت ایک ہفت روزہ اخبار''علی پور ایکسپریس'' بھی شائع ہوتا ہے۔محترم عرفان ہاشمی کا قلمی سفر مسلسل جاری ہے۔ان کے چھوٹے بڑے کئی کتابچے شائع ہو چکے ہیں۔ان کی زیر نظر کتاب ''شناسائی'' ان کے اعلیٰ ادبی وشعری ذوق کی مظہر ہے۔ان کی شاعری کا رنگ منفرد و جداگانہ ہے۔ان کے الفاظ میں ندرت خیالات اور رعنائیوں کی شہنائیاں بجتی نظر آتی ہیں۔ بہر حال یہ تو بڑے نقادوں کا کام ہے کہ وہ ان کی شاعری کے فنی محاسن وعیوب پر اپنا عالمانہ تبصرہ فرمائیں۔ بہر حال ہمیں ان کی شاعری میں نئی نئی امنگیں پروان چڑھتی نظر آتی ہیں۔جنہیں انہوں نے کمال مہارت سے اشعار کا جامہ پہنایا ہے۔

زیر نظر کتاب''شناسائی'' کے اشعار میں جا بجا انسانی ہمدرری کا جذبہ بھی جھلکتا نظر آتا ہے،موصوف کا خاندان انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آباد ہوا۔آپ شاعر اور ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ فلاحی کام کا جذبہ بھی رکھتے ہیں اور''پیر ودھائی

فاؤنڈیشن‘‘ کے صدر بھی ہیں فقیر (راقم الحروف) کی دعا ہے کہ اللہ رحمان و رحیم موصوف کے قلمی سفر کو استقلال کیساتھ جاری رکھے آمین۔۔۔۔۔!

فہیم کاظمی

چیئرمین: فروغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان

پبلشر: تہذیب انٹرنیشنل پبلی کیشنز پاکستان

کرب آشنائی سے درد آشنائی تک

عرفان ہاشمی کا مجموعہ کلام اپنی معنوی وصوری آب وتاب کے ساتھ گلستان ادب کی زینت بن کر فضاؤں میں شیریں و دلربا نغمے بکھیر رہا ہے۔ مجموعہ کلام ''شناسائی'' اپنے گہرے افکار اور وسعتِ خیال کے ساتھ قاری کو لذتِ آشنائی ولذت شناسائی سے آگاہ کرتا ہے۔ یہ شناسائی کا حصول جس کے لیے انسان دربدر پھرتا ہے۔ کبھی معاشرے سے الجھتا اور کبھی اپنی ذات کے بھنور میں ہچکولے کھاتا وقت کے بحر بیکراں کی لہروں سے نبرد آزما ہوتا اور کبھی ریگستان کی ریت چھانتا ہے۔ اپنی ذات سے شناسائی کا حصول اسے کبھی جنگلوں میں لے جاتا ہے تو کبھی غاروں میں عبادتوں اور ریاضتوں کے اسرار ورموز سکھاتا ہے۔ تلاش کے اس سفر میں کبھی وہ زندگی کے بحر بے کنار میں اپنی ذات کو تلاش کرنے کی سعی کرتا ہے تو وہ کربِ آشنائی کے مختلف ادوار سے گزرتا ہوا کبھی شناسائی حاصل کر لیتا ہے تو کبھی تشنگی محسوس کرتا ہے۔ اس کی شاعری اسی شعور ذات اور عرفان کا سفر ہے۔ جو شعر ونغمہ میں ڈھل کر مجموعہ کلام شناسائی کی شکل میں ہمارے ہاتھوں میں ہے اور اس کا حسن ماحول کو مسحور کئے ہوئے ہے۔

اس نے اردو شاعری کو اپنے جذبات وخیالات سے ایک نیا آہنگ عطا کیا۔ ان کی شاعری میں بسا اوقات نئے تجربات نئے خیالات نظر آتے ہیں جو اسے اپنے دور کے شعراء میں ایک پہچان عطا کرتے ہیں۔ غزل کا حُسن جو اپنی دلفریبیوں اور رعنائیوں کے ساتھ غزل کے شاعر کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے تو شاعر بھی غزل کی

زلفوں کے سائے میں اپنے آپ کو گوشۂ عافیت میں محسوس کرتا ہے۔ اردو ادب میں غزل کو اردو شاعری کے ماتھے کا جھومر کہا گیا۔ کیوں کہ اس کے ناز اٹھانے والے اور اسے نت نئے انداز میں پیش کرنے والوں نے اس جھومر میں لفظوں کے نگینے جڑے۔ عرفان ہاشمی نے بھی غزل کی توقیر کا حق ادا کیا اور اسے نئے معانی عطا کئے۔ اس کی غزل شوخ اداؤں، تبسم اور تبسم کے پسِ پردہ چھپے ہوئے درد کی بھی ترجمانی کرتی ہے۔ درد آشنا شاعر عرفان ہاشمی کے دل میں درد، کلی میں بند خوشبو کی طرح ہے جو بادِ صبا کے نرم ونازک جھونکوں کی طرح چمن زارِ زیست میں ہلکی ہلکی خوشبو پھیلاتا ہے۔

درد کا اظہار ایسے پیرائے میں کرتا ہے کہ سکوت شب میں سکوت بھی رہے اور درد کی لہر بھی جسم وجاں کو خواب غفلت سے بیدار کر کے نالہ وفریاد بن کر آسمان تک جا پہنچے اور شرف قبولیت حاصل کرے۔ یہ درد معاشرے کی بے اعتدالیوں کا ہو یا معاشی بدحالی کا یا لوگوں کے ذہنی دیوالیہ پن کا، وہ زندگی کے ہر شعبے سے درد کشید کرنے کا ہنر جانتا ہے اور اپنے دل کی مقدس تجوری میں نایاب نگینوں کی مانند محفوظ کرتا اور اشکوں سے دھو کر قرطاس پر شعر ونغمے کی صورت بکھیرتا ہے اور کہتا ہے

دردِ دل درد جنوں جذب و جنوں سوزِ دروں
پھیلتے قرطاس پر ہیں شاعری کے روپ میں

وہ رشتوں کے اثبات کا شاعر ہے۔ وہ دوستوں کی بے رُخی اور تعلقات میں کشیدگی کو منفی سوچ سے نہیں بلکہ مثبت سوچ سے دیکھتا ہے۔ اس کی سوچ پہاڑوں کی کوکھ سے نکلنے والے صاف وشفاف میٹھے پانی کے چشمے کی مانند ہے جس میں اسے ہر چیز چمکتی ہوئی اور دھلی ہوئی نظر آتی ہے۔ تو چشمے کے پانی کی سریلی آواز محبت کے نغموں میں تبدیل ہو کر اس کی روح کو ہی مسحور نہیں کرتی بلکہ ماحول کو بھی محبت کے گیت الاپنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کانٹوں کے درمیان راستہ بناتا اور اس راستے پر پھول اگانے کا فن جانتا ہے۔ وہ کہتا ہے

تیرے بن ہر گل، گلستاں کا تھا پژمردہ مگر
چھو لیا جس کو وہ آیا تازگی کے روپ میں
تھا عدو لیکن وہ پابندِ اصول وعہد تھا
دوستی بڑھتی گئی یوں دشمنی کے روپ میں
الفت وخلوص کی جگمگاتی مشعلیں
لفظ دوستی کا ہے حرف حرف آئینہ

وہ طبع مصلحت پسند ہے جو شب کی تاریکیوں سے روشنی کشید کرتا ہے۔اور سورج کی جھلسا دینے والی دھوپ میں مفاہمت کے بادل اوڑھ کر اطمینان قلب محسوس کرتا ہے جو اس کی بالغ النظری اور مثبت سوچ کا نتیجہ ہے۔

اس کی شاعری غیر محسوس طریقے سے دل کی دھڑکن بن کر بھٹکے ہوئے لوگوں کر منزل آشنا کرتی ہے۔ جہد مسلسل، اخوت ومحبت ،خلوص وایثار اور عزم واستقلال کا اعلان کرتی ہوئی عرفانِ ذات عطا کرتی ہے۔

اخوت وخلوص کی جگمگاتی مشعلیں
لفظ دوستی کا ہے حرف حرف آئینہ

عرفان ہاشمی کا شجرہ نسب حضرت خواجہ بہاوالدین زکریہ سے ملتا ہے۔اس لئے یہاں ایک طرف تو عشق رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم رگ رگ میں سمایا ہوا ہے تو دوسری طرف دین اسلام کی سربلندی وسرفرازی کی خواہش بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔

آپ دربارِ عالیہ غوثیہ سہروردیہ حضرت پیر ودھائی راولپنڈی کے سجادہ نشین ہیں اور مرکزی صدر پیر ودھائی فاونڈیشن کی حیثیت سے سماجی بہبود کے کام کر کے روحانی لذت محسوس کرتے ہیں۔آپکی شاعری میں امت کی محبت اور تصوف کی جھلک نظر آتی ہے۔جو تزکیہ نفس اور اتحاد بین المسلمین کا درس دیتی ہے۔

عبقری کوئی ہے کوئی ہے امام المسلمین

کوئی ملا کوئی مفتی کوئی شیخِ وقت ہے
گر جہالت اور عداوت سے مبرا ہیں سبھی
تو بتاو ہاشمی کا دین کیوں صد لخت ہے

مذہب وملت کے گہرے لگاو کے ساتھ ساتھ وطن سے محبت بھی اس کے اندر بدرجہ اتم موجود ہے جو جزو ایمان بھی ہے اور مٹی کا قرض بھی۔ یوم تکبیر پر لکھا ہوا ان کا ملی نغمہ،شعری اسلوب سے بھرپور مانند آفتاب اپنی تمام تر جولانیوں کے ساتھ پاکستانی قوم کے عزم وہمت اور حوصلے بلند کئے ہوئے ہے۔شعری حُسن و آرائش سے بھرپور فصاحت وبلاغت کے ساتھ یہ نغمہ مردِ مومن کے ہاتھ میں شمشیرِ بے نیام کی مانند ہے جسکی چمک دمک سے ہی دشمن مرعوب ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ آپ کہتے ہیں۔

اس خاک میں خوشبو بھی، طیبہ و نجف کی ہے
یہ ارض جوانانِ شمشیر بکف کی ہے
اس گل کے سبھی ذرے ،ضُو بار سدا ہوں گے
اے پاک وطن کیونکر ،ہم تجھ سے جدا ہوں گے

یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ کو حکومت پاکستان کے ذیلی ادارے پی ٹی وی وولڈ کی جانب سے تکبیر ایوارڈ 28 مئی 1999 کو بدست وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف نوازا گیا۔

عشق میں ڈوبی ہوئی دلِ وفا شعار کی شاعری ذات کو آئینہ دکھا کر اُسے شعور وآگہی عطا کر کے عشق کی پُر خار وادیوں سے گزرنے کے بعد درد شناسائی اور پھر شناسائی عطا کرتی ہے وہ کہتا ہے

میری شاعری کا حرف حرف آئینہ
گویا زندگی کا ہے حرف حرف آئینہ

کاروبارِ عشق میں دل فگار ہو گیا
دل کی بے کلی کا ہے حرف حرف آئینہ
معرفت کی ہے زباں رازِ دارِ کن فکاں
نام ہاشمی کا ہے حرف حرف آئینہ

آئینہ معرفت سے اپنی ذات کو سنوارنے اور اہلِ عشق کو معرفت کے اسرار و رموز سے آشنا کرنے والے عرفان ہاشمی کو مجموعہ کلام ''شناسائی'' کی اشاعت پر نیک تمناؤں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی سوچ کو پاکیزگی اور قلم کو طاقت عطا کرے۔آمین

شفیق مراد
چیف ایگزیکٹو
شریف اکیڈمی جرمنی

□

عبقری کوئی ہے کوئی ہے امام المسلمین
کوئی مُلّا کوئی مفتی کوئی شیخ وقت ہے

گر جہالت اور عداوت سے مبرا ہیں سبھی
تو بتاؤ ہاشمی کا دین کیوں صد لخت ہے

نعت

رخ ہو جس کا سوئے طیبہ وہ سفینہ چاہیے
لیجئے سب کچھ مرا مجھ کو مدینہ چاہیے

چشم سے ہونگے رواں آداب اور سب عرضیاں
لب کو چوکھٹ چومنے کا ہی قرینہ چاہیے

کیا ضرورت ہے ہمیں اس مشک عنبر' عود کی
آمنہ کے لعل کا نوری پسینہ چاہیے

وہ گھڑی بھی آئے کہ سرکار فرمائیں مجھے
چشم تر درکار ہے یا چشم بینا چاہیے؟

گر فلاح دین و دنیا آپ کو درکار ہے
قلب میں عشق محمدؐ کا خزینہ چاہیے

کیجئے مجھ کو عطا سرکار عرفان خودی
ہاشمی کو کربلا سا مرنا جینا چاہیے

☆☆☆

نعت

بارہ ربیع الاول ہے اور خوب سماں ہے جگمگ جگمگ
عرش تا فرش ہے صبح بہاراں ' سارا جہاں ہے جگمگ جگمگ

رب نے عنایت وفضل وکرم کے سب دروازے کھول دیئے ہیں
گلشن رحمت سے دریائے نور رواں ہے جگمگ جگمگ

عشق نبیؐ کا حامل سینۂ بٹتا ہے عرفان خزینہ
قلب ہے میرا روشن روشن اور زباں ہے جگمگ جگمگ

پھوٹتی ہیں نورانی کرنیں، گنبد خضراء سے ہر جانب
دونوں جہاں کا ہر اک منظر کیف سماں ہے جگمگ جگمگ

حور و ملائک، جن اور انسان، شاداں وفرحاں ہیں سب دیکھو
اور ابلیسی ذہنیت پر خوب گراں ہے جگمگ جگمگ

بن مانے اب خلق خدا کی ہر مشکل حل ہو جاتی ہے
آج تو ہاشمیؔ آمدِ آقا شاہِ زماں ہے جگمگ جگمگ

☆☆☆

منقبت

کلیر کے شہا !، کرو جام عطا
مجھے مست بنا ، یا صابر پیا

دے جام شراب قلندری کا
ہوں رند میں صابری نگری کا
اور مجھ کو فقر سکندری کا
اب کر دو عطا ، یا صابر پیا

کلیر کے شہا، کرو جام عطا
مجھے مست بنا ، یا صابر پیا

درشن کو آنکھ ترستی ہے
بڑی دور پیا کی بستی ہے
سنگ ہاشمی کے تنگدستی ہے
مجھے پاس بلا یا صابر پیا

کلیر کے شہا، کرو جام عطا
مجھے مست بنا ، یا صابر پیا

☆☆☆

دھیرے دھیرے چل

آئی ملتانی نگرّیا، ذرا دھیرے دھیرے چل
جہاں بستا ہے ذکرّیا، ذرا دھیرے دھیرے چل

صدقہ رکن العالمؒ کا، کرتے ہیں سرکار عطا
اپنے دیوانوں کی ہر، سنتے ہیں سرکار صدا
بہاؤالدینؒ میرا یاوریا، ذرا دھیرے دھیرے چل

کر دے سارے جگ کو سیر، بانٹے جب ذکریاؒ خیر
ملتاں نے جو چومے پیر، دیکھ بنا ہے عشق کا دیر
چومیں چوکھٹ کو مُبلریا، ذرا دھیرے دھیرے چل

میں ہوں دیوانی دلگیر، وہ تو گل ہے اندر شیر
میرے گل میں جسکی لیر، وہ ہے قرآں کی تفسیر
ہاشمی اوڑھوں گی چنریا، ذرا دھیرے دھیرے چل

آئی ملتانی نگریا، ذرا دھیرے دھیرے چل
جہاں بستا ہے ذکریا، ذرا دھیرے دھیرے چل

☆☆☆

عہد

ہمارے دوستوں نے آج اک جلسہ کیا برپا
لہٰذا پیشِ خدمت ہے وہی احوال مجلس کا
خطیبوں نے خطابت کے بڑے جوہر تھے دکھلائے
مُقرِرُ رہنما، شُعرا سبھی اسٹیج پر آئے

کسی نے شوخ وشنگ انداز میں تقریر فرمائی
کسی نے دل جلے الفاظ میں بے پُر کی اڑائی

کسی نے ساز اور آواز کا جادو جگایا تھا
کسی نے اُنکے ہم آہنگ نغمہ بھی سنایا تھا

سبھی نے یک زباں ہو کر اِک ایسا عہد کر ڈالا
کہ جسکی پاسداری ہو مجھے ممکن نہیں لگتا

☆☆☆

الیکشن جیتیں گے

لوٹوں کی تکرار الیکشن جیتیں گے
ان کا ہے بیو پار الیکشن جیتیں گے

یار یہی تو دھندہ سب سے موزوں ہے
پھرتے ہیں بے کار الیکشن جیتیں گے

ہر ووٹر کو یہ ہی کہتے پھرتے ہیں
اک پرچی درکار الیکشن جیتیں گے

کینڈی ڈیٹ مخالف ہفتہ پہلے ہی
ہو جائے بیمار الیکشن جیتیں گے

ووٹر اب تو کر لے جو بھی چاہتا ہے
ہم تو ہیں تیار الیکشن جیتیں گے

لوگوں پر جب دھاک بٹھا دینگے اپنی
جیتیں گے ہر بار الیکشن جیتیں گے

گن گن کر پھر بدلے لیں گے دشمن سے
روئیں گے اغیار الیکشن جیتیں گے

ٹھاٹھ سے اپنی عمر گزاریں گے پھر تو
لیں گے موٹر کار الیکشن جیتیں گے

☆☆☆

ہائے اتنی جفا‘ چاہتا ہے تو کیا؟
مجھ کو کچھ تو بتا‘ چاہتا ہے توکیا؟
خود تو بچھڑا نہیں اپنے محبوب سے!
ہم کو کر کے جدا چاہتا ہے توکیا؟

غزل

کیوں دیکھتے ہو تم مجھے آنکھیں نکال کر
کرنی ہے جو بھی بات زباں کو سنبھال کر

بجتا رہا ہے تیری محبت کی تان پر
اس دل کے تار کو نہ اب تو پائمال کر

تعمیر کر سکا نہ تو قصر عروج کو
مجھ کو نہ بے سبب تو شریک زوال کر

دھندلا ہے فقط آئینہ قسمت کا ہاشمیؔ؟
ہمت سے صاف ہوگا نہ اسکا ملال کر

قصے نہ سن زنانِ مصر کے تو ہاشمیؔ!
رد حجاز بن کے تیغ استعمال کر

☆☆☆

غزل

سمٹ آئی جس میں تری اک کرن
سجی ہے وہ کٹیا بھی مثل دلہن

تم آئے تو کلیاں چٹکنے لگیں
مرے گلبدن میرے غنچہ دہن

ہمیں روکتا ہے یہ ظالم سماج
بھلا کیسے ہو گا یہ اپنا ملن

اب ایسا تمسخر نہ کر جان جاں
باہم رزم اور تیرا نازک بدن

ادیبوں کی کوئی گرانی نہیں!
کیا ترا ہاشمیؔ کام شعرو سخن؟

☆☆☆

غزل

محبت میں دیکھے سماں کیسے کیسے
رقیبوں کی جاتی ہے جاں کیسے کیسے

یہ گرداب، لہریں، یہ بہتا چناب
ترے عشق کے ہیں نشاں کیسے کیسے

مسافر ہوں انجانی منزل کا میں بھی
پھروں پوچھتا کہ کہاں، کیسے کیسے؟

تجھے چاند تارے مبارک پیارے
مرے سامنے آسماں کیسے کیسے

وہ بازار میں میرے رنج والم کی
سنائی گئی داستاں کیسے کیسے

لٹے قافلو! یونہی بڑھتے چلو تم
کہ قاتل ہیں میرے نہاں کیسے کیسے

مرے قافلے کو ہی روکا گیا ہے
ہیں ورنہ رواں کارواں کیسے کیسے

ہو اپنی خطا پر جو نقصان اپنا
بجیں خلق کی تالیاں کیسے کیسے

تجھے ہاشمیؔ کیا خبر، کوند جائے
جو بجلی تو نکلے دھواں کیسے کیسے

☆☆☆

جو شامل طیور ہے طائرِ وہی تو ہے
جو بات بھی مستور ہے ظاہر وہی تو ہے

دنیا ہے گرفتار سحر جسکے جنوں کی
عالم میں جو مشہور ہے ساحر وہی تو ہے

کر ڈالے جو بھی قتل وہ قاتل ہے دوستو!
جو حامِل فتور ہے فاتر وہی تو ہے

عرفانِ ذات پا گیا' انسان بن گیا
جو حاضِر حضور ہے زائر وہی تو ہے

جو حامل علُوم ہے عالِم ہے ہاشمیؔ
جو صاحبِ شعور ہے شاعِر وہی تو ہے

☆☆☆

کیونکر میں اپنی فردِ عمل کا حساب دوں
جام و سبو دِکھاؤں کہ دل کا کباب دُوں

جھیلے گا جسم آپ ہی طُوفاں کے تھپیڑے
معصُوم روح کِس لیے زیرِ عتاب دوں؟

لفظوں کی انجمن میں ہے اک لفظ پیار کا
بزمِ طرب میں اُسکو میں اسمِ شراب دوں

جو حُرمت قلم سے شناسا ہی نہیں ہے
اُس کا لکھوں میں نام؟ قلم کو عذاب دوں؟

دنیا مری کرتی جو ہے پتّھر سے تواضع
چاہتا ہوں کہکشاں کو اٹھا کر شہاب دوں

گر میرے بس میں ہوتو اے روہی کے پیاسو!
برکھا کے واسطے میں حجازی سحاب دوں

مجھ کو تو ڈگریوں کی نہیں کوئی بھی حاجت
ورنہ جو امتحان بھی ہو کامیاب دوں

خونِ جگر جلا کے چراغوں میں ہاشمؔی
میں کشورِ حسیں کو نئی آب و تاب دوں

☆☆☆

مقدر بھی کس طور پھرنے لگے ہیں؟
سمندر ہیں دریا میں گرنے لگے ہیں

تہی موتیوں سے خلیج سیاست
یہ موسم کے مینڈک ہی ترنے لگے ہیں

کریں کیوں نہ اب تو درندے بھی توبہ!
کہ انسان آرے میں چرنے لگے ہیں

یہی میرے کشور کی سوسائٹی ہے
کہ اشراف غنڈوں میں گھرنے لگے ہیں

عجب ہاشمیؔ انقلاب زماں ہے!
کہ نخچیر شہروں میں پھرنے لگے ہیں

☆☆☆

یہ موج و طلاطم تو دیکھے ہوئے ہیں
کہ طوفان پیہم تو دیکھے ہوئے ہیں

ذرا بات میں بھی شعور وادب ہو
یہ راگ اور سرگم تو دیکھے ہوئے ہیں

ہے مانند فردوس آغوش جانم!
عدو کے جہنم تو دیکھے ہوئے ہیں

کلی مسکرائے تو ہے بات کوئی
گلوں کے تبسم تو دیکھے ہوئے ہیں

ذرا آنکھ کو ٹمٹما کر دکھاؤ
چمکتے یہ انجم تو دیکھے ہوئے ہیں

کجا ہاشمیؔ جستجو تیرگی کی ؟
کہ گیسوئے جانم تو دیکھے ہوئے ہیں

☆☆☆

قاتل کے آستاں سے گزرنا پڑا مجھے
مقتل کے درمیاں سے گزرنا پڑا مجھے

خود آگہی کی منزلوں کی جستجو میں ہی
سو چوں کے آسماں سے گزرنا پڑا مجھے

اے جانِ زندگی! ترے دیدار کیلئے
تیغوں کے سائباں سے گزرنا پڑا مجھے

اندیشہ ہائے سود و زیاں ماند پڑ گئے
جذبوں کی کہکشاں سے گزرنا پڑا مجھے

تیری نوازشوں کی امنگیں سجا سجا
بے سود ہر زیاں سے گزرنا پڑا مجھے

شہنائیوں کی گونج سے پہلے بھی مدتوں
ہر چیختے سماں سے گزرنا پڑا مجھے

خوشخبری وصالِ صنم! تجھ سے پیشتر
خدشوں کے ہر جہاں سے گزرنا پڑا مجھے

اتنے سفر کئے ہیں زمانے میں آخرش
دنیا کو چھوڑ جاں سے گزرنا پڑامجھے

سن لیجئے عالم کے مظالم کی ' ہاشمیؔ!
ہر ایک داستاں سے گزرنا پڑا مجھے

☆☆☆

خوب پیمانہ زریں ساقی
واہ بادہ بھی احمریں ثاقی

رقص رنداں ادائے مستانہ
میکدہ خلد آفریں ساقی

خضرویٔ زرد اور گلابی مئے
کتنا ہے مئے کدہ حسیں ساقی

جو مزہ مئے کدے میں ملتا ہے
دیر و مسجد میں بھی نہیں ساقی

بعداز شرب محو رقص ہوا
خوب تھا ہاشمی ذہیں ساقی

☆☆☆

غزل

یہ کیسے شہر میں بھولے سے آ گئے ہم بھی
نہ گفتگو کی اجازت نہ اذن خاموشی

نہ مسکرا کے کنول دیکھتا ہے چمپا کو
کلی گلاب سے کرتی نہیں ہے سرگوشی

یہ چشم و پاء میں چمن خوار کیوں چبھوتا ہے
کہ ٹیس درد کی اٹھتی ہے ہم کو ہلکی سی

یہاں تو تشنہ دہن طفل کو ضرورت ہے
گلوئے نازک وسمیں میں انی زہریلی

☆☆☆

تیرے لب پر سجا ہے میخانہ
بعد مدت ملا ہے میخانہ

کیسے خوش رنگ جام اور مینا
کس قدر پر فضا ہے میخانہ

بھول جائیں ، یہاں غم دوراں
نعمت کبریا ہے میخانہ

مئے کا اک گھونٹ بھی نہیں ملتا
تیرا کس کام کا ہے مئے خانہ

ڈال دے بے حساب پیر مغاں
بزم جودو سخا ہے مئے خانہ

دشت میں آب کی طلب کی تھی
ہاشمؔی کی عطا ہے میخانہ

☆☆☆

حسن پر جب شباب آتا ہے
عاشقوں پر عذاب آتا ہے

ہجر و فرقت ہیں چشم کی رونق
محو برسات آب آتا ہے

جب کبھی کھولنے لگے فرقت
وقت قربت شباب آتا ہے

اشک دل پونچھنے کو سینے سے
جلوہ لا جواب آتا ہے

شام ڈھلتی اندھیرا ہوتا ہے
حسن پر جب نقاب آتا ہے

سکھ کی بستی اجاڑنے کیلئے
عشق خانہ خراب آتا ہے

دہن کی تازگی گلاب ہوئی
لب پہ اسم جناب آتا ہے

دشت میں یاد اسکی آتی ہے
سامنے جب سراب آتا ہے

ہاشمی ڈولتی جوانی میں
ہو کے وہ محو خواب آتا ہے

☆☆☆

غزل

برگ برگ ہوگیا گلاب دیکھئے
ورق ورق ہوگئی کتاب دیکھئے

شیخ نے اٹھا لیا ہے جام ہاتھ میں
شباب دیکھئے ارے شباب دیکھئے

آتش نمرود ہے کہ ہجر یار ہے
جلتے جلتے دل ہوا کباب دیکھئے

ساقی کی زلف ناز جو لہرائے ہوا میں
تو میکدے کی دھوپ میں سحاب دیکھئے

حرام ہے حرام ہے کہتا ہوا ناصح
پی گیا ہے جام بے حساب دیکھئے

پی کر حرم میں گھس گئے مخمور شیخ جی
حلال یا حرام ہے کتاب دیکھئے

رندان ہاشمیؔ کی ہوئی حشر میں بخشش
چلّا رہا ہے شیخ کہ حساب دیکھئے

☆☆☆

کی التجا میں نے اے ستمگر تمہاری دل کو بڑی طلب ہے
پلٹ کے کہنے لگے کہ پاگل تمہارے سینے میں دل ہی کب ہے

دیوانگی ہے خرد وروں کی عبادتوں کا یہ فلسفہ بھی
جو خود بھی پتھر کو پوجتا تھا اسی کا بت دیر میں نصب ہے

پیاسی خلقت کو سیر کردوں نہیں ہے اتنی بساط میری
ذرا سا ٹکڑا میں ابر کا ہوں تمام عالم ہی تشنہ لب ہے

خدائے عالم وفا سے لبریز ہاشمیؔ کو سحاب کر دے
وفا ہے نایاب اور جفا عام ہو چلی ہے یہی غضب ہے

صنم کدے ہیں بتوں کی کثرت سے تھک گئے تھے سبھی پجاری
صنم کدے کو حرم بنانے کا ہاشمیؔ اک یہی سبب ہے

☆☆☆

میری تجھ سے ہے یہ شناسائی
تو تماشا ہے میں تماشائی

تو نے زلفیں بکھیر دیں جس دم
میں نے لی تجھ کو دیکھ انگڑائی

میں نے پھولوں سے زخم کھائے ہیں
تیری کانٹوں نے کی پذیرائی

ایک مدت گزر گئی جاناں
تو نے صورت نہ مجھ کو دکھلائی

ہم تو ساحل کو چھو نہیں پائے
ڈوبنے کی خبر پہنچ آئی

تیرے رخسار جب چمک اٹھے
اپنی صورت مجھے نظر آئی

مرنہ جائے یہ تیرا دیوانہ
ہاشمی کی کرو مسیحائی

☆☆☆

دور کتنا اشتعالی ہوگیا
وقت کا حاکم سوالی ہوگیا

نفس کا عرفان تک حاصل نہیں
اور ہر عالم غزالی ہوگیا

کورس کرتے گیت میں ہیں مردوزن
آج ہر نغمہ قوالی ہوگیا

لوٹتا مجھ کو رہا ہر آشنا
اب تو میرا دل جلالی ہوگیا

ہاشمؔی کی بات جو اب بن گئی
ظالم و جابر موالی ہوگیا

☆☆☆

غزل

ہوش والوں کا تماشہ نہ ہوا
جب تلک تم سے شناسا نہ ہوا

جس طرف دیکھے بکھر جائے شفا
ایک میرا ہی مسیحا نہ ہوا

چاند کیوں ٹھہرا ہے گردش چھوڑ کر؟
اسکے ابرو کا اشارہ نہ ہوا

ہم تو اسکے مدتوں سے ہوچکے
اور وہ اب تک ہمارا نہ ہوا

حسن کو جب ہو گیا شوق نظر
عشق کو ذوق نظارہ نہ ہوا

میں تصور میں تمھیں دیکھا کروں
تم کو اتنا بھی گوارہ نہ ہوا

جانتا ہوں حسن کا مطلب یہی
کیا حسیں ہوگا جو تم سا نہ ہوا

لوگ اب بھی ہنس کے ملتے ہیں تجھے
کچھ زیادہ بھی تو رسوا نہ ہوا

☆☆☆

سنورنے لگا ہے سنبھلنے لگا ہے
تجھے دیکھ زاہد مچلنے لگا ہے

ترے آتشیں رخ کی تاب نظارہ؟
مری جاں! مرا دل پگھلنے لگا ہے

رخ ماہتابی جو واعظ نے دیکھا
تو منبر ہی پر ہاتھ ملنے لگا ہے

تم آئے تو پیمانہ شاعری بھی
اچھلنے لگا ہے اچھلنے لگا ہے

سمیٹو سمیٹو یہ نورانی کرنیں
مرا طور احساس جلنے لگا ہے

صنم خانہ دل میں مورت تمہاری
سجا کر پجاری مچلنے لگا ہے

چلے آیئے جلد جان بہاراں
ثمر زندگانی کا گلنے لگا ہے

یہ تیری محبت عبادت ہے میری
تو ہی "قبلہ من" میں ڈھلنے لگا ہے

تری منتظر ہے یہ آغوش جاناں!
کہ ماہ دو ہفتہ بھی ڈھلنے لگا ہے

یہ اشک تمنا بھی عرق لہو ہے
لہو ہاشمیؔ کا ابلنے لگا ہے

☆☆☆

روباہ کے سینے میں سناں آرپار دو
شمشیر حق سے کفر کی گردن اتاردو

ملی نغمہ

تکبیر ایوارڈ یافتہ

اپنا ہے جنم تجھ پرٗ اور تجھ پہ فدا ہونگے
اے پاک وطن کیونکرٗ ہم تجھ سے جدا ہونگے

ہم تیرے ہی رکھوالےٗ اور تیرے نگہبان ہیں
رکھیں گے تجھے قائمٗ ہم سب کے یہ پیماں ہیں
ہم کو ہے قسم تیریٗ سب وعدے وفا ہونگے
اے پاک وطن کیونکرٗ ہم تجھ سے جدا ہونگے

اس خاک میں خوشبو بھیٗ طیبہ و نجف کی ہے
یہ ارض جوانانٗ شمشیر بکف کی ہے
اس گل کے سبھی ذرےٗ ضو بار سدا ہونگے
اے پاک وطن کیونکرٗ ہم تجھ سے جدا ہونگے

مزدور بھی تیرے ہیںٗ دہقان بھی تیرے ہیں
ظلمت کے پس پردہٗ پرنور سویرے ہیں

ایمان و یقین اپنی، منزل کا پتا ہونگے
اے پاک وطن کیونکرٗ ہم تجھ سے جدا ہونگے

غوری بھی چلایا ہے، شاہین بھی چھوڑا ہے
کافر کے تکبّر کوٗ اک آن میں توڑا ہے
اسلام کے سب دشمنٗ پل بھر میں فنا ہونگے
اے پاک وطن کیونکرٗ ہم تجھ سے جدا ہونگے

کی رب نے عطا نصرتٗ ہم ہاشمیؔ غازی ہیں
دنیا کو دکھایا ہے ہم بھی تو حجازی ہیں
شکرانہٗ نعمت کے، اب سجدے ادا ہونگے
اے پاک وطن کیونکرٗ ہم تجھ سے جدا ہونگے

اپنا ہے جنم تجھ پرٗ اور تجھ پہ فدا ہونگے
اے پاک وطن کیونکرٗ ہم تجھ سے جدا ہونگے

☆☆☆

سر بلند یہ جھنڈا، دیکھو کتنا پیارا ہے
سبز سبز پرچم پر، چاند اور ستارا ہے

اسکی تھرتھراہٹ میں، تیغوں کی چھنا چھن ہے
اسکی پھڑ پھڑاہٹ میں، توپوں کی دھنا دھن ہے
لہرائے تو لگتا ہے، رفعتوں کا دھارا ہے
سبز سبز پرچم پر چاند اور ستارا ہے

ہیبتوں سے اسکی تو، کانپتے زمانے ہیں
اسکو دیکھ کر دشمن، ہوگئے دیوانے ہیں
یہ یقین محکم اور عزم کا اشارا ہے
سبز سبز پرچم پر چاند اور ستارا ہے

یہ تو فکر اقبال کی وسعتوں کا پرچم ہے
اور جناح کی روشن عظمتوں کا پرچم ہے
عزم واستقامت کا ' خوب استعارہ ہے
سبز سبز پرچم پر چاند اور ستارا ہے

اس کا ہاشمی محور، الفت و اخوت ہے
سرکشو سنو لیکن، ایٹمی یہ قوت ہے

یوں عدو اڑیں گے جیسے، پھوٹتا غبارا ہے
سبز سبز پرچم پر چاند اور ستارا ہے

سر بلند یہ جھنڈا دیکھو کتنا پیارا ہے
سبز سبز پرچم پر چاند اور ستارا ہے

– – – – – – – –

☆☆☆

کشمیری ، کشمیری مجاہدو!
بڑھتے چلو بڑھتے چلو

کشمیریو! تم نے دنیا جگادی
کافر کو مسلم کی شان دکھادی

کشمیری ، کشمیری مجاہدو!

شوق شہادت ہے میزائل
تم سے ہوا ہر کافر گھائل

کشمیری ، کشمیری مجاہدو!

کوہ و دمن اور میدانوں میں
ڈٹ کے لڑو تم طوفانوں میں

کشمیری ، کشمیری مجاہدو!

اک دن بن آئیں گے سائل
بھارت، امریکہ، اسرائیل

کشمیری ، کشمیری مجاہدو!

ہاشمیؔ کی ان للکاروں کی
خیر تمہارے کوہساروں کی

کشمیری ، کشمیری مجاہدو!
بڑھتے چلو بڑھتے چلو

☆☆☆

ترک قرآن

مجرم رذیل، صاحب کردار ہوگئے
حکام خود وطن کے ہی غدار ہوگئے

قرآں کو اگر ترک کیا ہے تو ہاشمیؔ!
ہم رنج ومصیبت میں گرفتار ہوگئے

پیمبر

دیرو صنم کہ مسجد و منبر خطاب دوں
اس عاشقؑ برحق کو قلندر خطاب دوں
وہ ہاشمیؔ ابھرا ہے جو نیزے کی نوک پر
جی چاہتا ہے اسکو پیمبر خطاب دوں

نصف صدی سے ڈھونڈنے نکلے کون ہے ڈاکو کون ہے چور
کون وسائل کھا جاتے ہیں کون چرائیں ڈنگر ڈھور

کون خزانہ خالی کر کے عیش ہیں کرتے مغرب میں
سب ہی قوم کے رہبر نکلے ہاشمی نہ تھا کوئی اور

- - - - - - - - - - - - - - -

آنکھ اور دل

آنکھ اور دل کی اسی بات پہ بن آئی ہے
جسکا اظہار کیا جائے تو رسوائی ہے
آنکھ کہتی ہے ابھی پہلی دفعہ دیکھا ہے
دل یہ کہتا ہے کہ مدت سے شناسائی ہے

رقص پیہم

ہورہی ہے ان دنوں افزائش غم اس قدر!
اور دکھ دیتے ہیں اپنی ناک میں دم کس قدر؟
میں نے پوچھا کیسے ممکن ہے ترقی تو کہا
ہاشمی کرتے رہو تم رقص پیہم جس قدر

- - - - - - - - - - -

اسلوب گدائی

بھکاری بن گئے لیکن سلیقہ تم کو نہ آیا!
ہے پہلے سے سوا اب آشنا تم سے خدائی بھی
کھڑے ہو کر قطاروں میں کبھی حاصل کرو آٹا
تو پھر معلوم ہوگا تم کو اسلوب گدائی بھی

- - - - - - - - - - - -

ہمارے شہر کے باسی کریں پرواز ہیں اکثر
کوئی مغرور ہیں ہردم کوئی ڈٹ باز ہیں اکثر
وبا فیشن کی ایسی آگئی پہچاں نہیں ہوتی
یہاں شہباز یوں لگتے ہیں کہ شہناز ہیں اکثر

ہم

جو ہم نہ ہوں تو چمن کی شگفتگی کیا ہو
ہمارے دم سے ہی غنچے چٹکتے رہتے ہیں
ہر اک کلی کے مہکتا گلاب ہونے تک
ہمیں تو باد صبا بن کے چلتے رہتے ہیں

□

مفلسی پلّے پڑی، غربت کے سلطاں ہوگئے
عیش وعشرت ترک کر کے صرف انساں ہوگئے
ایک ماہ سے شیو کرنے کی بھی فرصت نہ ہوئی
دیکھئے جی ! اب تو ہم پکے مسلماں ہوگئے

غریب اپنی تمامی زندگی غربت سے لڑتا ہے
وہ بعداز مرگ بھی غربت میں رہتا گھنٹوں سڑتا ہے
ادھر ہیں حکمراں اپنی عیاشی میں مگن دیکھو
مرے کوئی یا بچ جائے انہیں کیا فرق پڑتا ہے

_ _ _ _ _ _ _

مقابلہ

حیات ہوتے جہاں سے مقابلہ کرتے
ہر ایک نقص و زیاں سے مقابلہ کرتے
مگر اے ہاشمی ہم برگ خشک ٹھہرے ہیں
وگرنہ آج خزاں سے مقابلہ کرتے

گیت

ہم قدم ساتھیو ہم سفر دوستو
رقص کرتا ہوں میں، رقص تم بھی کرو

جس قدر ہوں ستم، جتنے آئیں الم
ڈگمگائیں نہ اب، یہ ہمارے قدم
ایک دوجے سے کاندھا ملا کر بڑھو
رقص کرتا ہوں میں، رقص تم بھی کرو

لاؤ خاطر میں نہ، ٹوک اغیار کی
جب قدم بوس ہوں، منزلیں پیار کی
کہ دو غیروں سے دیکھو ہمیں اور جلو
رقص کرتا ہوں میں، رقص تم بھی کرو

گھنگرو اور کنگن ، ہاشمؔی کے نگر
رقص کرتے ہوئے ، ٹوٹ جائیں اگر
عشق کی پہنے زنجیر چلتے رہو
رقص کرتا ہوں میں ، رقص تم بھی کرو

ہم قدم ساتھیو ، ہم سفر دوستو
رقص کرتا ہوں میں ، رقص تم بھی کرو

☆☆☆

غزل

جرم الفت کر لیا ہے بندگی کے روپ میں
جب نظر آیا خدا خود آدمی کے روپ میں

ریشمی رخسار اور روشن جبیں کے درمیاں
چاند سا نکھرا تبسم چاندنی کے روپ میں

نور کی کرنیں تمہاری چشم سے حملہ کناں
اور یہ پیکر ترا ہے روشنی کے روپ میں

جسکی خاطر وقف تھے قلب وزباں ذہن وجگر
دشمنی کرتا رہا وہ دوستی کے روپ میں

درس نفرت دے رہا ہے درس حق کی آڑ میں
کیوں بہاتا ہے لہو اس آشتی کے روپ میں

وہ بھی کیسا شخص تھا مدت تلک کرتا رہا
اپنی مٹی کی حفاظت سرکشی کے روپ میں

تیرے بن ہر گل گلستاں کا تھا پژ مردہ مگر
چھولیا جسکو وہ آیا تازگی کے روپ میں

تھا عدو لیکن وہ پابند اصول و عہد تھا
دوستی بڑھتی گئی یوں دشمنی کے روپ میں

درد دل درد جگر جذب و جنوں سوز دروں
پھیلتے قرطاس پر ہیں شاعری کے روپ میں

دشت لیلی میں صدا یہ گونجتی ہے آج بھی
پھر اتر آؤ فلک سے ہاشمی کے روپ میں

☆☆☆

غزل

میری شاعری کا ہے حرف حرف آئینہ
گویا زندگی کا ہے حرف حرف آئینہ

الفت و خلوص کی جگمگاتی مشعلیں
لفظ دوستی کا ہے حرف حرف آئینہ

وہ جو پر غرور ہے اب بھی بے شعور ہے
دیکھ عاجزی کا ہے حرف حرف آئینہ

سن کہ ہے پکارتا، ریگزارِ کربلا
حلم و راستی کا ہے حرف حرف آئینہ

دل وفا شعار ہے عشق دل فگار ہے
دل سے دل لگی کا ہے حرف حرف آئینہ

رنج وغم ضرورتیں ، دور ہوں کدورتیں
عشرت و خوشی کا ہے حرف حرف آئینہ

عشق ترا تشنہ لب، پی کے دیکھ بے سمجھ
اپنی مئے کشی کا ہے حرف حرف آئینہ

فرق وچشم اور جبیں مثل شیشہ ونگیں
نام روشنی کا ہے حرف حرف آئینہ

کاروبار عشق میں دل فگار ہوگیا
دل کی بے کلی کا ہے حرف حرف آئینہ

معرفت کی ہے زباں، رازدار کن فکاں
نام ہاشمیؔ کا ہے حرف حرف آئینہ

☆☆☆

غزل

مرے کشکول میں انڈیل ساقی
بچے تیری صراحی میں نہ باقی

مئے خوں رنگ بالکل بے مزہ ہے
نشہ آور ہے تیری خوش خلاقی

تمہارے میکدے میں رقص بسمل؟
یہ میخانہ ہے یا مقتل ہے ساقی؟

لٹے جاتے ہیں روز وشب مسافر
ترے آنچل کو ہے شوق قزاقی

نشہ دو آتشہ ہیں تیری آنکھیں
کہ رہتی ہی نہیں ہے طمطراقی

کیا تیرے تبسم کا نظارہ
تو رندوں میں رہا نہ ہوش باقی

ہے کیسا شور تیرے میکدے میں؟
ہوئی کیونکر ہے رندوں میں نچاقی؟

تمہارے لب سے تو اک حرف پھسلا
ہوئی کافور اپنی طمطراقی

ہے محو رقص پیہم ہاشمی بھی
کجا یہ اور کجا رسم عشاقی

☆☆☆

غزل

گر تم سے محبت ہو جائے
تو میری عبادت ہو جائے

جس دشت میں ہم تم پیار کریں
وہ دشت بھی جنت ہو جائے

بس ایک تبسم کیجے گا
ذہنوں کی تراوت ہو جائے

کچھ دیر ذرا نظروں میں رہو
آنکھوں کی ضیافت ہو جائے

اب کوئی پیار کی بات کرو
مسحور سماعت ہو جائے

ہو لطف کہ آج رقیبوں کی
تھوڑی سی حجامت ہو جائے

مجھ پر بھی تو ہو اک نظر کرم
آنکھوں کی سخاوت ہو جائے

ہاں جلد گلے سے لگ جاؤ
پرکیف طبیعت ہو جائے

طاؤس و رباب شہنائی
قدرت کی عنایت ہو جائے

بس ہاشمیؔ جی کچھ رحم کرو!
نہ جلد قیامت ہو جائے

☆☆☆

جو بچھڑ جائے تو پھر ملتا نہیں
ہاشمیؔ مل کر بچھڑ جاتے ہیں سب

ہائے اتنی ' جفا' چاہتا ہے تو کیا؟
مجھ کو کچھ تو بتا' چاہتا ہے توکیا؟
خود تو بچھڑا نہیں اپنے محبوب سے!
ہم کو کر کے جدا چاہتا ہے تو کیا؟

نعت

محشر کی دھوپ میں ہم کو' راحت کا احساس دلانے
آقا آئے ہیں کملی میں چھپانے

آنکھوں میں کاجل مازاغ والی
واللّیل والی زلفیں ہیں کالی
طٰہٰ کا تاج ہے سر پر' رحمت کے بٹتے ہیں خزانے
آقا آئے ہیں کملی میں چھپانے

دیکھو میزان محشر پر
جلوہ گر کونین کے سرور
شافع محشر پہنچے' امت کی بخشش کروانے
آقا آئے ہیں کملی میں چھپانے

میزان و محشر کی پروا نہیں ہے
جنت و دوزخ میں جانا نہیں ہے
رحمت کی ایک نظر ہو' عشق ترے میں ہیں دیوانے
آقا آئے ہیں کملی میں چھپانے

تیری شفاعت باعث رحمت
امت عاصی داخل جنت
رضواں ہیں جام اٹھائے، کھل گئے جنت کے میخانے
آقا آئے ہیں کملی میں چھپانے

رب کا قہر و جبر و جلالی
ہوگئے عفو و مہر و جمالی
یہ سارا کام کیا، میرے آقا کی ایک دعا نے
آقا آئے ہیں کملی میں چھپانے

حاضر ہیں عشاق و ثنا خواں
اور یہ ہاشمیؔ پیرو حساں
کیجئے گا لطف وکرم تیری شمع کے ہیں پروانے
آقا آئے ہیں کملی میں چھپانے
محشر کی دھوپ میں ہم کو راحت کا احساس دلانے
آقا آئے ہیں کملی میں چھپانے

☆☆☆

غزل

چھوڑیئے سرکار اپنا یار ہے
زن کا تابعدار اپنا یار ہے

کارواں کو لوٹ بے خوف و خطر
قافلہ سالار اپنا یار ہے

وارداتیں روز کا معمول ہیں
ایک تھانیدار اپنا یار ہے

رکھ نہ تو خوف صدائے احتجاج
وہ علمبردار اپنا یار ہے

چاہتے ہو امن تو زر ڈال دو
بر سر پیکار اپنا یار ہے

کردیا سارا نگر جس نے تباہ
اس پہ سایہ بار اپنا یار ہے

موہ لیتا ہے جو قلب شہر کو
حسن کا شہکار اپنا یار ہے

گر تجھے مطلوب، پتھر موم ہو
صاحب اذکار اپنا یار ہے

بے نتیجہ جستجو ہے ہاشمیؔ!
قوم کا غدار اپنا یار ہے

☆☆☆

دنیا

یونہی آباد رہے گی دنیا
ہم ہی محروم دیاراں ہونگے
ہم نہ ہونگے تو ہاشمیؔ کیا ہے؟
اور ہم جیسے ہزاراں ہونگے

غزل

اپنی اوقات ہی نہیں ساقی
ہم تو پستی کے ہیں مکیں ساقی

میکدہ ہے یہاں ہیں رند سبھی
کوئی ملتا نہیں امیں ساقی

ہونٹ یاقوتی ہیں ترے اتنے
جتنا بادہ ہے احمریں ساقی

تیری آنکھوں کے مسکرانے سے
کتنا ہے میکدہ حسیں ساقی

ہاشمیؔ بادہ خوار عشق ہوا
پوجتا ہے صنم کہیں ساقی

☆☆☆

غزل

تپتی ہوا جس دم چلی
جھلسا گئی ہر اک کلی

پس مرگ میرے شہر کی
چلا اٹھی ہر اک گلی

اس دید کا طالب ہوا
جب شام منزل پر ڈھلی

دل میں مرے گھر کر گئی
گل سی تری صورت بھلی

ساقی دیوانہ ہوگیا
مئے عشق ہے ایسی چلی

میری زندگی ہے رک گئی
تری یاد کی جو ہوا چلی

کیوں کھو گیا ہے ہاشمی
پوچھے چمن کی ہر گلی

☆☆☆

غزل

مئے کدہ جھومنے لگا ساقی
کس کے لب چومنے لگا ساقی

میں نشے میں نشہ نہیں مجھ میں
جام کیوں چھوٹنے لگا ساقی

کس نگاہوں سے تونے دیکھا ہے
شہر کیوں گھومنے لگا ساقی

میں نشے میں جو فرش بوس ہوا
کیا ہوا؟ پوچھنے لگا ساقی

ہاشمیؔ مئے ہے یا سمِ قاتل
کیوں سبو ٹوٹنے لگا ساقی

☆☆☆

غزل

پربتوں کا دِیا ہے مئے خانہ
ظلمتوں میں ضیا ہے مئے خانہ

چشمِ ساقی کو دیکھ لیتے گر
پھر نہ کہتے کہ کیا ہے مئے خانہ

عشق کی انتہا نہیں معلوم
ہاں مگر ابتدا ہے مئے خانہ

آج توبہ کو توڑ ڈالیں گے
آج پھر کھل گیا ہے مئے خانہ

دور جب مئے کا چلنے لگتا ہے
کس قدر جھومتا ہے مئے خانہ

مئے کا اک گھونٹ بھی نہیں ملتا
تیرا کس کام کا ہے مئے خانہ؟

ہاشمیؔ جب ملی نظر ان سے
معتبر تب ہوا ہے مئے خانہ

☆☆☆

غزل

عالموں سے ایک پل کی گفتگو
علم و عرفانِ ازل کی گفتگو

صاحبان علم و حکمت کا ورود
سب مسائل کے ہے حل کی گفتگو

خالق عشاق مجھ کو بخش دے
زندگی میں ایک پل کی گفتگو

پُر مسّرت طفل کو دیکھو ذرا
سُن رہا ہے جوبگل کی گفتگو

ایک دوجے کے مخالف بے سبب
ہائے آغازِ اجل کی گفتگو

کس سلیقے سے ہے جاری دیکھئے
شاخِ نازک سے جمل کی گفتگو

بر خلاف تو ہے جاری رات دن
ہاشمی اہل جہل کی گفتگو

☆☆☆

غزل

راز دل کھولنے لگا ساقی
اس قدر بولنے لگا ساقی

اسکے رخسار کی چمک پاکر
ظلمتیں بھولنے لگا ساقی

دھوپ دیکھی جو جام مینا پر
زلف کو کھولنے لگا ساقی

جس کو دیکھا کسی کو ہوش نہ تھا
دید پر پُھولنے لگا ساقی

رند محفل میں کون آیا ہے
آج پھر ڈولنے لگا ساقی

دیکھ لب مثل بادہِ احمر
ہاشمی جُھولنے لگا ساقی

☆☆☆

غزل

تیرا میخانہ آفریں ساقی
تو ہی عالم کا ہے امیں ساقی

توڑ قدرت نے وہ قلم ڈالا
مثل تیری بنا نہیں ساقی

مست رنداں بہ زلف پیر مغاں
خوب منظر تو ہے یہیں ساقی

دو جہاں پر محیط مئے خانہ
خلق دیکھی پناہ گزیں ساقی

جام کوثر پلا مجھے اب تو
تیرا مئے کش ہے یہ حزیں ساقی

سامنے راہ زن کے جام وسبو
ہے زمانہ تماش بیں ساقی

ڈر نہ طوفاں و برق سے اب تو!
ہاشمؔی کے پناہ گزیں ساقی

✩✩✩

غزل

تری نظر کے سبب آشکار ہوتے ہیں
سبھی وہ راز جو کہنہ شمار ہوتے ہیں

ذرا سی بات پہ منصور چڑھ گیا سولی
یہاں تو ہر گھڑی دعوے ہزار ہوتے ہیں

رخ حبیب تبسم سمیت ہو ہمراہ
تو روز شب بھی بڑے پر بہار ہوتے ہیں

اِدھر تو عشق کی خاطر لٹا ہے تن من دھن
اُدھر تو عشق میں بھی کاروبار ہوتے ہیں

عبث ہے ہاشمؔی شکوہ یہ تشنہ کامی کا
وہ جلوے تم پہ بھی تو سایہ بار ہوتے ہیں

☆☆☆

غزل

حسن کے تاجِ محل کی گفتگو
موضوعِ ہر اِک غزل کی گفتگو

دیکھ کر قاتل اداؤں کو تری
لوگ کرتے ہیں اجل کی گفتگو

سن کے کوئل کوکتی شرما گئی
تیری آنکھوں میں کجل کی گفتگو

شاخ نازک لہلہائے جس طرح
یہ کمر کرتی ہے بل کی گفتگو

سرخ سے رخسار پر خال سیاہ
خال سے اشکوں کی چھل کی گفتگو

سن ذرا یک بارگی میرے پنل!
ہاشمؔی کے خشک تھل کی گفتگو

☆☆☆

گنبد خضراء

میں کیونکر دیکھ سکتا تھا مدینۂ گنبد خضراء
بلا بھیجا تو دیکھا اک مہینہ گنبد خضراء

مکین گنبد خضراء کی مجھ پر خاص شفقت ہے
کہ میں نے آرزو پائی دیرینہ گنبد خضراء

خدا کے بحر کائنات کی وسعت ہے لا محدود
خدائی کے سمندر میں سفینہ گنبد خضراء

ہے زیبائش خدائے لم یزل کے دست قدرت کی
زمیں انگشتری ہے اور نگینہ گنبد خضراء

مجھے تو ہاشمیؔ بس اک نظر درکار تھی انکی
بنا دیکھو ہے اب تو میرا سینہ گنبد خضراء

☆☆☆

غزل

الفتوں کے سماں کا ہمراہی
وہ بہار و خزاں کا ہمراہی

ہائے کیوں قہقہے لگاتا ہے
میری آہ و فغاں کا ہمراہی

کوئی آشفتہ سر ہوا ہوتا
دشت میں کارواں کا ہمراہی

ہائے کلیاں مسلتا جاتا ہے
باغ میں باغباں کا ہمراہی

مجمع اشقیاء سے نکلا تھا
مقتلِ خونچگاں کا ہمراہی

کس قدر خوش نصیب ٹھہرا ہے
چہرہ ضوفشاں کا ہمراہی

ہاشمیؔ اِس جہاں میں ہے کوئی؟
ترے سودو زیاں کا ہمراہی

☆☆☆

{اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا}

اے مرد مجاہد ہے تیری شان نرالی
ہے کفر کی گردن پہ تری تیغ جلالی
{اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا}

باطل کا ہے گر پیش نظر لشکرِ جرار
اللہ کے سپاہی نے بھی تھامی ہے ذوالفقار
{اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا}

تو دین محمد ﷺ کا مجاہد ہے جری ہے
بازو میں ترے قوت حیدر جو بھری ہے
{اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا}

سینے میں فروزاں رہے اسلام کی مشعل
ہر تیری قدم گاہ بنے کفر کا مقتل
{اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا}

مت خوف کو لا دل میں نہ بھر سسکیاں آہیں
صد کُھلی ہیں اک نعرہ تکبیر سے راہیں
{اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا}

یہ فتح مبیں تیرے مقدر میں لکھی ہے
بے شک یہ بشارت مرے قرآن نے دی ہے
{اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا}

بے مثل رہے ہاشمی تو صبرو رضا میں
تو پیرو شبیرؑ ہے اس کرب و بلا میں
{اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا}

☆☆☆

غزل

تم کو دیکھوں ذرا فاعل‘‘ فاعل‘‘
ہے یہ دل چاہتا فاعل‘‘ فاعل‘‘

میری جانب نہیں دیکھتا آجکل
وہ بدل ہی گیا فاعل‘‘ فاعل‘‘

اس نے دل نہ دیا تو بُرا کیا کیا؟
کیسا شکوہ گلا فاعل‘‘ فاعل‘‘

توڑ دوں گا یہ جام و سبو ساقیا!
ورنہ جلدی پلا فاعل‘‘ فاعل‘‘

تو مرا تھا اگر کیوں ہوا ہے جُدا
مجھکو جلدی بتا فاعل‘‘ فاعل‘‘

میری خواہش ہے تو بھی تو میری طرح
مجھکو دل میں بسا فاعل‘‘ فاعل‘‘

دے کے دیوانہ پن ہاشمیؔ کا سجن
کر گیا ہے دغا فاعل‘‘ فاعل‘‘

☆☆☆